محدثِ قرطبہ بقی بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ

جناب طیب شاہین صاحب

(۲)

اعتقادی نظریات امام بقی بن مخلدؒ کے اعتقادی نظریات بھی وہی تھے جو دیگر فقہائے حدیث کے تھے۔ مشرق کے برعکس اگرچہ اندلس میں ان دنوں اعتقادی مناقشات بہت کم تھے۔ تاہم بلادِ مشرق میں قیام کے دوران انہوں نے دوسرے اعتقادی فرقوں کی آراء کا ضرور مطالعہ کیا ہوگا اور انہیں معلوم ہوگیا ہوگا کہ جبریہ، قدریہ، جہمیہ، مرجیہ، معتزلہ اور مشبہ وغیرہ کی آراء کے جھاڑ جھنکار میں صرف اہلِ سنت اور سلفِ صحابہ و تابعین کی راہ جو سراسر "تفویض" کی راہ ہے مامون و مصئون ہے۔ اس لیے وہ جمہور فقہاء و محدثین کے جادۂ اعتقاد پر گامزن رہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے ساتھ ان کا خصوصی تعلق ان کے اسی مسلکِ اعتقاد پر دلالت کرتا ہے۔

امام بقی بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی نظریات کے سلسلے میں ہم ایک بات کا تذکرہ بہت ضروری سمجھتے ہیں۔ پروفیسر ابوزہرہ مرحوم کی رائے ہے کہ اندلس میں ظاہری مذہب امام بقی بن مخلد کے ذریعے داخل ہوا۔ انہوں نے بغیر کسی دلیل کے اپنی اس رائے کی بنیاد اس مفروضے پر رکھی ہے کہ چونکہ امام داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ اور امام بقی بن مخلدؒ دونوں ہم عصر تھے، اس لیے امام بقیؒ کو امام داؤدؒ سے تلمذ کا تعلق رہا ہوگا، لہٰذا وہ فقہ ظاہری کو اندلس میں منتقل کرنے کا باعث بنے۔ ہم بھی یہ رائے رکھتے ہیں کہ امام بقی بن مخلدؒ نے اندلس میں وہ تمام بنیادی مواد فراہم کر دیا تھا جس کے بغیر فقہ ظاہری کی عمارت تعمیر نہیں ہو سکتی اور وہ ہے نصوص کی فراوانی ۔ لیکن ہمارا

خیال ہے کہ بقی بن مخلد کو امام داؤد ظاہری سے تلمذ کا رشتہ ہرگز نہیں رہا۔ اس کے لیے ہمارے پاس مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

اوّل:۔ ہماری معلومات کی حد تک جناب امام بقی بن مخلد رحؒ کے کسی سوانح نگار نے بقی بن مخلد اور امام داؤد ظاہری کے اس تعلق کا تذکرہ نہیں کیا۔ حالانکہ یہ تعلق ایک ایسا امر ہے جس کا تذکرہ بہت ضروری تھا۔

ثانی:۔ جناب داؤد ظاہری رحؒ امام بقی بن مخلد رحؒ سے عمر میں قدرے چھوٹے ہی تھے۔ امام بقی رحؒ کے طلب علم کے زمانے میں داؤد ظاہری بھی طالب علم ہوں گے۔ نیز یہ ممکن نہیں کہ امام بقی بڑے بڑے جلیل القدر اساتذہ کو چھوڑ کر امام داؤد ظاہری جیسے نوعمر عالم کی طرف متوجہ ہوئے ہوں اور وہ بھی ان حالات میں جب کہ اکثر اصحاب الحدیث جناب داؤد ظاہری سے اجتناب کرتے تھے۔

ثالث:۔ امام داؤد ظاہری رحؒ کے متعلق علامہ ابوبکر خطیب بغدادی رحؒ "تاریخ بغداد" میں رقمطراز ہیں۔ "فی کتبہ حدیث کثیر الا ان الروایۃ عنہ عزیزۃ جداً" "امام داؤد ظاہری کی کتابوں میں اگرچہ حدیث بہت زیادہ تھی مگر بہت ہی کم لوگوں نے اُن سے حدیث روایت کی ہے۔"[1]

اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ امام داؤد ظاہری خلقِ قرآن کے عقیدے کے حامل تھے اور یہی وہ عقیدہ ہے جس کی وجہ سے مامون، معتصم اور واثق کے عہد میں اصحابِ حدیث پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے اور خاص طور پر امام اہلِ سنت جناب احمد بن حنبل رحؒ کو مبتلائے آزمائش کیا گیا۔

تذکرۃ الحفاظ میں علامہ ذہبی رحؒ رقمطراز ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحؒ نے داؤد ظاہری سے محض اس وجہ سے ملاقات تک گوارا نہ کی کہ وہ خلق قرآن کا عقیدہ رکھتے تھے[2] اور اس عقیدے کی وجہ سے امام احمد رحؒ اُن کو بدعتی سمجھتے تھے۔[3] اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امام داؤد بن علی ظاہری رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] تاریخ بغداد علامہ خطیب بغدادی رحؒ طبع بیروت جلد ۸ ص ۳۷۰

[2] تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی جلد ۲ ص ۵۷۲۔ تاریخ بغداد جلد ۸ ص ۳۷۴

[3] تاریخ بغداد جلد ۸، ص ۳۷۳

دین و ورع اور علم و تقویٰ کے بہت بلند مقام پر فائز تھے مگر اس کا کیا کیجیے کہ فقہاء و محدثین ان سے بدکتے تھے۔ بہت سے علماء اُن کو کافر تک کہنے سے گریز نہ کرتے تھے[1] اصبہان سے بغداد منتقل ہوئے تو اصبہان سے علماء نے کہلا بھیجا کہ داؤد "خلقِ قرآن کے قائل ہیں"۔[2] امام بقی بن مخلد جو اپنے عالی مقام استاد کے رنگ میں رنگے گئے تھے کس طرح یہ برداشت کر سکتے تھے کہ وہ کسی ایسے شخص کے سامنے زانوئے ادب تہہ کریں جو ایسے عقیدے کا حامل تھا جس کی وجہ سے علمائے اہلِ سنت و حدیث مصائب و ابتلاء سے دوچار ہوئے۔

رابع :- ہمارے خیال میں امام بقی بن مخلدؒ کے پاس علمِ حدیث امام داؤد ظاہریؒ سے زیادہ تھا اس میدان میں امام بقی کے طبقے میں بہت کم علماء ایسے ہیں جن کے متعلق بقیؒ کے ہم پلہ ہونے کا دعوٰی کیا جا سکتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امام بقی بن مخلدؒ نے اندلس میں ظاہریت کے لیے زمین ہموار کی، مگر اس کی وجہ نہ تو یہ ہے کہ امام بقی قیاس کا انکار کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بقیؒ داؤد ظاہری کے شاگرد رہ چکے تھے اور اُن سے متاثر تھے۔ ہماری نظر میں اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ امام بقیؒ حریتِ فکر اور فقہ اثری کے نقیب تھے اور احکام کے استنباط کو کسی خاص فقہی دائرے میں محدود کرنے کے قائل نہ تھے۔ وہ فقہ کو انہی مآخذ سے اخذ کرتے تھے جہاں سے سلف نے اخذ کی تھی اور انہوں نے اندلس میں اسی مسلک کی آبیاری کی۔ یہ حریتِ فکر ایک ایسی خصوصیت ہے جو فقہِ حدیث و اثر اور فقہ ظاہری میں مشترک ہے۔

اندلس میں فقہ اثری کی ترویج اور فقہاء کی مخالفت

امام بقی بن مخلدؒ جب وطن واپس لوٹے تو اُن کے پاس مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ایک ضخیم مجموعہ اور صحابہؓ، فقہائے تابعین اور دیگر علماء کے فتاوٰی کا بڑا ذخیرہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے اندلس میں ایک جدید فقہ کی تخم ریزی کی اور وہ تھی فقہ اثری۔ گویا بقی بن مخلدؒ

---

[1] تاریخ بغداد جلد ۸ ص ۳۷۴

[2] تاریخ بغداد جلد ۸ ص ۳۷۳

فقہ اثری کی ترویج کے لیے بلادِ مشرق سے مکمل مواد ساتھ لائے تھے۔ اہل اندلس کے لیے یہ ایک بالکل نئی اور انوکھی چیز تھی۔ جو احادیث امام بقی بن مخلدؒ بیان کرتے تھے ان میں سے اکثر ایسی تھیں جو اہل اندلس کے لیے بالکل نئی تھیں۔ تابعین اور دیگر فقہا کے فتاویٰ جو بقیؒ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اندلس کے وہ علما ان سے ناواقف تھے جو اب تک صرف امام مالک اور فقہائے مدینہ کے اقوال پر فتویٰ دے رہے تھے۔ اس لیے جب امام بقی بن مخلدؒ نے قرطبہ میں حدیث کی تدریس و تعلیم شروع کی اور دیگر علما کی فقہی آرا بیان کیں تو قرطبہ کے علما ان کی مخالفت پر اتر آئے۔

استقرارِ مذاہب سے پہلے لوگ اپنے اپنے شہر کے اہلِ علم کے فتویٰ پر عمل کر لیا کرتے تھے۔ دیگر بلادِ اسلام کی طرح اندلس میں بھی یہی طریقہ رائج تھا۔ پھر رفتہ رفتہ امامِ شام جناب عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی کے فقہی نظریات نے اثر و نفوذ کیا۔ دوسری صدی ہجری کے اواخر تک اندلسی اہلِ علم امام اوزاعی سے متاثر رہے۔ آخر ہشام بن عبدالرحمٰن کے زمانے میں زیاد بن عبدالرحمٰن اندلسی، سبطون بن عبداللہ اندلسیؒ، حفص بن عبدالسلام اندلسیؒ، فرعوس بن العباس اندلسیؒ، عسان بن عبدالسلام اندلسی، حبیب بن ابی حبیبؒ، المغازی بن قیس اندلسیؒ، سعید بن الحکم اندلسیؒ، سعید بن ابی ہند اندلسیؒ، سعید بن عبدوس اندلسیؒ، عباس بن ناصحؒ اندلسی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ الشبونی اندلسیؒ اور دیگر بے شمار علما کے توسط سے مؤطا امام مالک اور فقہ مالک اندلس میں داخل ہوئی[۱]۔ پھر علم کے بے شمار شیدائیوں نے امام دارالہجرت سے جا کر علم حاصل کیا۔ اور دوسری صدی کے اختتام تک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت، ان کی مقبولیت اور ان کے فقہی نظریات اندلس میں پھیل گئے۔ پھر ابو عبداللہ زیاد بن عبدالرحمٰن المعروف بہ شبطون (المتوفی ۱۹۳ھ) یحییٰ بن یحییٰ (المتوفی ۲۳۴ھ)، عبدالملک بن حبیب (المتوفی ۲۳۸ھ) اور محمد بن احمد بن عبدالعزیز قرطبی (المتوفی ۲۵۵ھ) کے ذریعہ فقہ امام مالکؒ کو اندلس میں استقرار ہوا۔ اموی امرا نے اندلس میں فقہ امام مالک کی سرپرستی کی اور فقہ مالک کے حاملین کو قضا کے عہدوں پر فائز کیا۔ یحییٰ بن یحییٰ

۱؎ تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالک۔ علامہ سیوطیؒ طبع مصر جلد ۱ ص ۱۱

امیر ہشام بن عبدالرحمٰن کے مشیر رہے ہیں۔ گویا یحییٰ بن یحییٰؒ کا دربار قرطبہ میں وہی مقام تھا جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مشہور فقیہہ قاضی القضاۃ امام ابو یوسف کا عباسی دربار میں تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں مؤطا اور جناب امام کے فقہی نظریات کو قبولیتِ عام کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ بلکہ امام مالکؒ کے بہت سے ہم عصر علماء کے قول کے مطابق امام مالکؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مصداق تھے۔

يوشك ان يضرب الناس اكباد الابل يطلبون العلم
فلا يجدون عالمًا اَعْلَمَ من عالِمِ المدينةِ [1]

"عنقریب لوگ علم حاصل کرنے کے لیے طویل سفر کیا کریں گے مگر وہ مدینہ کے عالم سے زیادہ کسی کو عالم نہ پائیں گے۔"

اندلس اور دیار مغرب میں قضایا کا فیصلہ جناب امام مالکؒ کی آراء و اجتہادات کے مطابق کیا جانے لگا۔ امام مالک، اہلِ مدینہ یا اہل حجاز کی فقہ بنیادی طور پر طریق استقراء پر مدوّن ہوئی ہے۔ فقہ عصری کی بھی یہی منہاج ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ بہت سے علماء نے امام مالکؒ اور فقہائے مدینہ کو اصحاب الحدیث میں شمار کیا ہے[2]۔ امام مالکؒ کے بعد اُن کے شاگردوں نے بعض ان اصولوں کو استنباطِ احکام کی بنیاد بنا لیا ہے دیگر علماء کے نزدیک متفق علیہ نہ تھے۔ بلکہ بقول اُن علماء کے خودساختہ اور مختلف فیہ تھے۔ اور انہوں نے ان اصولوں کے مقابلے میں موطا تک کی بعض مرفوع مرویات کو رد کر دیا۔ حالانکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ معمول بہ مرویات تھیں۔ چنانچہ بلادِ اسلامیہ کے تمام فقہاء نے اور خاص طور پر فقہائے حدیث نے ان اصولوں کی سخت مخالفت کی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے بعض اصولوں کی تردید میں کتابیں تک لکھیں۔ اور اصحاب امام مالکؒ سے مناظرے بھی کیے۔ دیگر جلیل القدر علماء نے بھی ان اصولوں پر تنقید کی۔

---

[1] مسند امام احمدؒ، ترمذی، نسائی عن ابی ہریرۃؓ

[2] مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ اصح المطابع کراچی ص ۲۲۹ حجۃ اللہ البالغہ۔ امام شاہ ولی اللہؒ اصح المطابع جلد ۱ ص ۳۲۸ تا ۳۳۵۔

محدثِ قرطبہ — امام بقی بن مخلدؒ جب حصولِ علم کی خاطر بلادِ مشرق میں آئے تو اس وقت حدیث تدوین کے مراحل طے کر چکی تھی۔ محدثین نے تمام بلادِ اسلام کی احادیث کے طرق کی جانچ پڑتال کے بعد ان کو منقح کر کے صحیح اور متفق علیہ احادیث کو ضعیف اور ناقابلِ عمل احادیث سے علیحدہ کر کے جمع کر لیا تھا۔ اصولی طور پر اب کسی شہر کے کسی عالم کے لیے کوئی عذر نہ تھا کہ وہ اپنے خود ساختہ اور غیر متفق علیہ اصولوں کے مقابلے میں احادیثِ صحیحہ کو رد کرے۔ امام بقی بن مخلدؒ جو اندلس میں اب تک موطا اور امام مالک کی فقہی آراء کا مطالعہ کر کے آئے تھے۔ اندلس میں ہو سکتا ہے کہ انہوں نے علامہ عبد المالک بن حبیبؒ کی "الواضحۃ" اور علامہ محمد بن احمد بن عبد العزیز کی آراء کا بھی مطالعہ کیا ہو۔ انہوں نے اب تک یہی دیکھا تھا کہ علماء اور عوام امام مالکؒ کے ساتھ بے حد عقیدت رکھتے ہیں۔ علماء ان کے اقوال پر مسائل کی تخریج کرتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے امام شافعیؒ کی طرح اندلس یا بلادِ مشرق میں شدید غلو کے یہ مظاہر سے بھی دیکھے ہوں گے کہ لوگ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ٹوپی کے طفیل بارش کی دعا کرتے ہیں[1]۔ اس قسم کے غلو سے ان کا دل ضرور کڑھتا ہو گا۔ جب انہوں نے بلادِ مشرق میں مختلف علماء سے حدیث کی سماعت کی ہو گی کہ جب اُن پر غور و تدبر کیا ہو گا تو انہیں یہ حقیقت معلوم ہو گئی ہو گی کہ حق صرف ایک شہر کے علماء کے اقوال میں محصور نہیں ہے۔ اور نہ سنتِ نبوی صرف کسی ایک شہر کی مروی احادیث سے اخذ کی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کسی ایک شہر میں محصور ہو کر نہ رہ گئے تھے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے امام بقی بن مخلد کے نظریات کی اس منہاج کو بالکل نکھار دیا تھا۔ جب وہ قرطبہ آئے تو علماء کے ساتھ جو امام مالکؒ کے اقوال سے باہر نہ نکلتے تھے علمی منافشات و مجادلات کا شروع ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ ان علماء کے تقلیدی اور جامد ذہن کا یہ حال تھا کہ بقول شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن یحییٰ سوائے چار مسئلوں کے باقی تمام مسائل میں کامل طور پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کی اتباع کرتے

(باقی برصفحہ ۴۶)

[1] "ابن حزم" پروفیسر ابو زہرہ مرحوم۔ اردو ترجمہ ص ۶۸